بسم الله الرحمن الرحیم

# عورت کی قرآنی تصویر

**ڈاکٹر سید حسن الدین احمد**
**پیوریا ۔ الینآئے ۔ امریکا**

**ایک عرصے سے دھشت گردی کے خاتمے کے نام پر پوری دنیا من اسلام اور اسکی تعلیمات کو تنقید و تضحیک کا نشانہ بنایا جارہا ہے ۔ بدقسمتی سے اس عمل میں غیرمسلموں کو ایسے مسلمانوں کا ساتھہ بھی حاصل ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک موم کا پتلا ہے جسے غیر مسلم مگر طاقتور دنیا کے بدلتے ہوئے نظریات اور خیالات کے ساتھہ ساتھہ بدلتے رہنا چاہیے اور مسلمانوں کو اگر دنیا میں زندہ اور ترقی پزیر ہوکر رہنا ہے تو انکو طاقتورغیرمسلم دنیا کا نہ صرف یہ کہ ساتھہ دینا ہے بلکہ انکی تہذیب و فلسفہ کو بھی اختیار کرلینا ہے ۔ اس انداز فکر کو پوری نیا میں پروان چڑھایا جارہا ہے ۔ اس کام میں خود مسلم دنیا کے کثیر سیاستداں ، ذرائع ابلاغ اور ماہرین تعلیم زوروشور سے حصہ لے رہے ہیں ۔ انکا حال یہ ہے کہ قرآن اور اسکے احکامات کی جو تشریح قرآن اور عربی کے مسلمہ مسلمان علماء یا اسکالر کرتے ہیں انکو وہ بنیاد پرستی ، رجعت پسندی یا دھشت گردی کہہ کر رد کردیتے ہیں ۔ اسکے برعکس انکے پاس غیرمسلم دنیا کے قرآن اور عربی سے مکمل نابلد حکمرانوں ، ذرائع ابلاغ اور مستشرقین کی طرف سے جو تنقید اور اعتراض پہنچتے ہیں انہیں وہ من وعن تسلیم کرلیتے ہیں اور انہی کو پھیلانے میں مصروف ہوجاتے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر یہ مصرع صادق آتا ہے ع**

**خود بدلتے نہیں ، قرآں کو بدل دیتے ہیں ۔**

**قرآن کی جن تعلیمات پر خصوصی طور پر زوروشور سے تنقید اور اعتراض کیے جاتے ہیں انمیں سے چند یہ ہیں: جہاد ، عورت ، حقوق انسانی اور نظام حکومت وغیرہ ۔ زیر نظر تحریر راقم کےعورت کے موضوع پر اسی عنوان کے تحت قرآنی تعلیمات کا دعوتی نقطہ نظر سے تصنیف کردہ ایک کتابچے سے لی گئی ہے جسے ادارہ معارف اسلامی ، لاھور نے شائع کرنا منظور کیا ہے ۔ اس کتابچے کا مقصد دراصل ان داعیان اسلام کی مدد کرنا ہے جو غیر مسلم ممالک جیسے امریکا اور بھارت وغیرہ میں دین اسلام کی اشاعت اور تشریح میں مصروف ہیں ۔ اس کتابچے میں اسکی کوشش کی گئی ہے کہ عورت کے موضوع پر قرآنی احکامات اور تعلیمات پر معترضین کی تنقید کا جائزہ لیتے ہوئے موجودہ دور کے تجربات اورمشاھدات کی روشنی میں ان تعلیمات کی حقانیت کوواضح کیا جائے ۔**

**ایک غیرمسلم جانتا ہے کہ مسلمان قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اور یہی اسلام کا اصل ماخذ ہے ۔ قرآن ایک کتاب ہے جو اپنے اصلی الفاظ میں ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہے اور جسکا ترجمہ وہ اپنی زبان میں پڑھ سکتا ہے ۔ اسکے برعکس احادیث کا ذخیرہ نہ صرف یہ کہ بے شمار جلدوں پر مشتمل ہے بلکہ یہ مختلف افراد کی تالیف کردہ بھی ہیں ۔ ہر ایک کے لیے انکا حصول اور پھر انکا مطالعہ کرنا آسان نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کتابچے میں قرآنی تعلیمات اور احکامات کی تشریح کے لیے عمومی طور پر احادیث سے مدد نہیں لی گئی ہے ۔**

**ایک دوسری بات یہ ہے کہ اس کتابچہ کا مقصد کسی دقیق فقہی یا قانونی بحث میں پڑنا بھی نہیں ہے ۔ جہاں کہیں کسی قانونی پہلو پر اظہار خیال کیا گیا ہے وہاں مقصد کوئی فتوی دینا نہی بلکہ علماء و فقہاء کی توجہ مبذول کرانا ہے ۔ لھذا قاریئیں سے درخواست ہے کہ اس کتابچے کے مندرجات کا مطالعہ فقہی اور قانونی نقطہ نظر سے نہ کیا جائے ۔ بلکہ یہ دیکھا جائے کہ قرآنی تعلیمات کی دعوت پہنچانے کے سلسلے میں کس حد تک اس میں کامیابی ہوئی ہے ۔ قاریئین سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے میں کسی کمی یا غلطی کی نشان دہی فرماکر ممنون فرمائیں ۔ اللہ سے دعا ہے کہ میری کم فہمی اور غلطیوں کو معاف فرمائے اور قرآن کی روشنی سے همارے دلوں کو منور فرمائے ۔ آمین ۔**

**سید حسن الدین احمد**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب سے انسان جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہے اس وقت سے مردوں نے عورتوں کی جسمانی ساخت کو اپنی ساخت سے مختلف اور قوت میں کمزور پاکر نہ صرف انکے ساتھہ برابری کا برتاؤ کرنا چھوڑ دیا بلکہ انکو اپنے سے کمتر اور مختلف النسل بھی سمجھہ لیا ۔ اور عورت کی زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھا گیا کہ اس سے مرد کے لیے جنسی تسکین اور گھر کے لیے خادمہ اور ملازمہ کا کام لیا جائے ۔ اسی لیے تو فرعون بنی اسرآئیل کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اور لڑکوں کو قتل کرادیتا تھا ۔اس بات کا تذکرہ قرآن پاک اس طرح کرتا ہے:

وَإِذْ نَجَّيْنَٰكُم مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ
وَفِى ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ○ (البقرہ ۲ : ۴۹)

(یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات بخشی ۔ انھوں نے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کررکھا تھا ۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے ۔ اور اس حالت میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی) (مزید الاعراف ۱۲۷ ، ۱۴۱ اورابراھیم ٦)

آج بھی اس اکیسویں صدی عیسوی میں عورت پر کچھہ کم مظالم نہیں ہور ہے ہیں البتہ انداز بدلے ہوئے ہیں ۔ بد قسمتی سے خود مسلمانوں کے معاشرے میں مردوں نے عورتوں کو جاھلی رسوم اور قیود میں جکڑرکھا ہے ۔ جہاں ایک طرف ایک طبقے نے پردے میں ایسی شدت اختیار کی کہ عورتوں کی نقل و حرکت کو گھروں کی چاردیواریوں میں اس طرح محدود کردیا کہ وہ حسن و صحت کی افزائش کے لیے نہ صرف یہ کہ قدرت کی تازہ ہوا سے مستفید ہونے سے محروم ہو گئیں بلکہ اپنی جائز ضروریات کی خاطر بھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھہ سکتیں ۔ دوسری طرف جاگیرداری اور سرداری سے منسلک طبقے نے عورتوں کو نہ صرف یہ کہ وراثت سے محروم کررکھا ہے بلکہ زنا کے شبہ پر عدالتی ثبوت کے بغیر کاروکاری جیسے ظالمانہ طریقے سے انکے قتل و غارت گری کا نظام بھی قائم کررکھا ہے اور کسی نام نہاد "روشن خیال" بندے کی یہ همت نہیں کہ اس لوٹ کھسوٹ اور ظلم و بربریت کو ختم کرنے کی جراءت کرسکے ۔ مغرب زدہ طبقہ بڑی دیدہ دلیری کے ساتھہ ان مظالم کو اسلامی تہذیب کا نام دیکر اسلام کو بدنام کرنے کا کام انجام دیرہا ہے ۔

غیر مسم دنیا کی صورت حال تو اس سے بھی بدتر ہے ۔ ایک طرف ھندوؤں میں اگر حمل میں لڑکی قرار پائے تو اسقاط حمل کرادیا جاتا ہے جیسا کہ آج کل بھارت کے ہسپتالوں کی ان حرکات کی خبروں سے پتہ چلتا ہے ۔اسکی تفصیل کے لیے دیکھیے

[1]. *desiTalk* , Parents reject girls, quack aborts 250 female fetuses, India in Brief, June 28, 2007, p. 15

اللہ یقینا" اس قتل کا مواخذہ کریگا ۔ اسی بات کو قرآن پاک اس طرح بیان کرتا ہے:

وَ إِذَا ٱلْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ○ بِأَىِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ ○ (التکویر ۸۱: ۸ ـ۹)

(جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کا وہ کس قصور میں ماری گئی؟)

اور دوسری طرف اگرا نکے گھروں میں لڑکیاں پیدا ہوجائیں تو انکا چہرہ مرجھا جاتا ہے ۔ قرآن پاک اسی بات کوایک جگہ اس طرح پیش کرتا ہے:

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ○ وَإِذَا بُشِّرَأَحَدُهُم بِمَاضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلاً
ظل وجهه مسودا وهو كظيم ○ (الزخرف۴۳: ۱٦ ـ۱۷)

(کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں انتخاب کیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا؟ اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اسکی ولادت کی خبر جب خود انمیں سے

کسی کو دی جاتی ہے تو اسکے منہ پر سیاہی چھاجاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے) (مزید دیکھیےالطور ۳۹ اور النجم ۲۱)

بچپن میں ہی اسکو مندر کی دیوداسی بنا دیا جاتا ہے جہاں وہ پنڈتوں کی ہوس کا شکار ہوتی رہتی ہے ۔ لڑکی کی شادی کے لیے لڑکی والوں کو ایک خطیر رقم ہونے والے داماد کی نظرکرنی پڑتی ہے ۔ بیویاں اکاوشی کی چاند رات اپنے شوہروں کی پوجا کرتی ہیں ۔اور اگر شوھر مرجائے تو اسکی بیوہ سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین کر"ستی" کے نام پر اسکو زندہ ہی مردہ شوہر کے ساتھہ جلادیا جاتا ہے ۔ اگر کسی طور وہ زندہ رہ جائے تو اسکو منحوس کہہ کر خوشی کی ہر تقریب سے دور کردیا جاتا ہے ۔

دوسری طرف دیکھیے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی بائیبل عورت کی کیا تصویر پیش کرتی ہے؟ اس کی ایک ھلکی سی جھلک یہ ہے: بائیبل عورت (حوا) پر الزام لگاتی ہے کہ اسی نے پہلا گناہ کیا اور اسی نے آدم کو بھی بہکایا (جینیسس ۳: ۱-۱۳) ۔ عورت کو سزا کے طور پر درد زہ میں مبتلا کردیا گیا اور مرد کی محکوم بنا دیا گیا (جینیسس ۳: ۱٦) ۔ اور چونکہ مرد نے عورت کی بات مان لی تھی اس لیے اسکو زمین پر زندگی بھر محنت اور مشقت سے روزی کمانے کی سزا دی گئی (جینیسس ۳: ۱۷ -۱۹) ۔ مرد خدا کے بیٹے ہیں لیکن عورتیں انسان کی بیٹیاں ہیں (جینیسس ٦: ۲-۱) ۔ سارہ ابراھیم کی سوتیلی بہن تھیں (جینیسس ۱۲:۲۰) ۔ امرام نے پھوپھی سے شادی کی جس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے (اکسوڈ س ٦: ۲۰) ۔ عورت کو چرچ میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے (۱ کورنتھی اینز۱٤: ۳٤ -۳۵) ۔ عورت اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے باپ یا شوھر کی اجازت کی پابند ہے (نمبرز ۳۰: ۳-۱۵) ۔ عورت کو سر ڈھانکنا چاہیے ورنہ اسکا سر منڈا دو (۱ کورنتھی اینز ۱۱: ۵ -٦ اور ۱۰) ۔ اور آج بھی کتنی ہی عورتوں کو شادی اور بچوں سے محروم کرکے چرچوں میں ننیں بنا دیا گیا ہے جہاں وہ پادریوں کی ہوس کا شکار ہوتی رہتی ہیں ۔ ایسی بائیبل کی تعلیم دینے والے راہب اور پادریوں مثلاً" سینٹ جیروم وغیرہ نے تو عورتوں کی تذلیل کی انتہا کردی جب انھوں نے عورتوں کے بارے میں ایسی تعلیم دی کہ "عورت شیطان کا دروازہ ہے" ، "عورت بچھو کا ڈنک ہے" اور " عورت جھوٹ اور فریب کی بیٹی ہے" -"پنڈورا نامی عورت نے بیماریوں اور مصیبتوں کا صندوق کھول کر دنیا کو اس میں مبتلا کردیا ہے" وغیرہ (دیکھیے کامپٹن انسائکلوپیڈیا) ۔

تیسری طرف مغربی دنیا کی نام نہاد "لادینی تہذیب جدید" نےتو ایک غیر متعینہ اور غیر محدود "آزادیٔ نسواں" کے نعرے پرایک طرف نہ صرف یہ کہ عورتوں سے انکی اپنی شناخت چھین کر انکو شوہر کی دم چھلا بنا دیا ، انکی اپنی ذاتی ملک اور جائداد میں شوہرکو بھی شریک کردیا اور ساتھہ ہی گھر کے اخراجات پر خرچ کرنے کے لیے انپر بھی مال کمانے کی ذمہ داری ڈالدی ۔ اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ایک ہی کام کا معاوضہ عورت کو مرد کے مقابلے میں بہت کم دیا جاتا ہے ۔ دیکھیے

[2]. *Time*, For Women, Equal Pay? No Way, Briefing, May 7, 2007, p. 20

کیا یہ کمزور عورت سے بیگار لینا نہ ہوا؟

دوسری طرف انکے بدن سے سارے ہی کپڑے اترواکر انکوفلموں ،ڈراموں ، کلبوں ، ہوٹلوں ، تیراکی کے حوض ، سمندر کے ساحلوں ، اور کھلے بازاروں میں ننگا ناچ نچادیا ہے- بلکہ آرٹ اور فن کے نام پرعورتوں کو بے باکانا غیرمحرم مردوں کی باھوں اور گودوں میں دے دیا ہے ۔ یوں تو یہ باتیں اتنی عام ہیں کہ انکے لیے کسی ثبوت یا حوالے کی ضرورت نہیں ہے پھر بھی ھم اپنے اس بیان کی تائید میں ایک مشہور انگریز مصنفہ کی ایک مشہور کتاب کے چند اقتباسات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تا کہ اسکومبالغہ یا تعصب نہ کہا جاسکے ۔ انگریز مصنفہ کیرین آرمسٹرانگ لکھتی ہے:

"لیکن مغربی 'علم برداران عورت' کو جو اسلام پر عورت سے نفرت کی مزمت کرتے ہیں شاید اسپر غور کرنا چاہیے کہ عورتوں کے بارے میں خود عیسائی روایاتی طرز عمل انتہائی منفی رہا ہے" ۔ "عورت سےعیسائیوں کی نفرت جنون کی حد تک تھی اور یہ جنسی تعلق کے استرداد کی بنا پر تھی"۔ "عورتوں اور جنسوں کے اختلاط کے بارے میں مغربی نظریہ کنفیوزڈ (غیرواضح یا اضطرابی) ہے ۔ ھم عورت کی آزادی اور مساوات کی بات تو کرتے ہیں لیکن اسی کے ساتھہ ہی ھم اشتہارات ، پورنوگرافی (عورت اور اس سے جنسی اختلاط کی ننگی تصاویر اور فلمیں) اور مقبول تفریحات میں عورت کے ساتھہ زیادتی اور اسکی بے حرمتی کرتے ہیں" ۔ ان کے لیے دیکھیے:

[3]. Karen Armstrong, *Muhammad*, Harper Collins, 1992, p. 239

ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت کے ذہن سے جسم و عصمت و عفت کی حفاظت کا تصور ہی سرے سے ختم ہو گیا اور انکی نظروں میں مردوں کے لیے کشش اور طلب ہی انکی کامیابی کا معیار قرار پایا ۔ جن جن ممالک اور معاشرے نے اس "روشن خیال" اور" روشن نظر" مغربی نظریے کو اپنایا ہے جیسے امریکا ، یورپ ، بھارت ، اور جنوبی افریقا وغیرہ وہاں اقوام متحدہ کی شماریات کے مطابق غیر شادی شدہ ماؤں ، حرامی بچوں کی پیدائش ، عصمت دری کے واقعات ، عورتوں اور جوان لڑکیوں کے اغواء اور قتل اور ایڈززدہ افراد کی تعداد پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اسکا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکا کی صرف ایک ریاست الینآئے میں ہی سنہ ۲۰۰۱ عیسوی میں صرف ان مختلف جنسی جرائم کی تعداد جو پولس کو رپورٹ کی گئی ۵٦٨١ ھے ۔ دیکھیے:

[4]. Amanda Knowles, *Community World*, Peoria, May 2007, p.1

اس مقالے میں ہم یہ یکھیں گے کہ دوسری تمام تہذیبوں یا مذاہب نے عورت کی جو بے حرمتی کی ہے اسکےبرعکس قرآن نےعورت کے مرتبے اور مقام کو ایک انسانی معاشرے میں کس طرح اعلی اور ارفع کیا ہے اور اسکوکن کن باعزت اور واجب الاحترام حیثیتوں میں پیش کیا ہے۔

## بحیثیت انسان:

**(الف) ھم نسل:** عورت اور مرد ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کیا عورت اور کیا مرد سب کو مرد اور عورت کے ایک ہی جوڑے سے پیدا کرکے دنیا میں پھیلایا گیا ہے ۔ یہی بات قرآن اس طرح پیش کرتا ہے:

يـٰٓأَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنهَا زَوجَهَا
وَبَثَّ مِنهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ (النسآء ٤: ١)

(لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اسکا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے) (مزید دیکھیے الحجرات ١٣اور القیامہ ٣٩)

اگرچہ اللہ نے مرد اور عورت دونوں کو ھی احسن تقویم عطا کی ہے مگر عورت کا مرد سے علیحدہ اپنا ایک تشخص ہے ۔ شکل و صورت اور جسمانی ساخت میں وہ مردوں سے زیادہ پر کشش اور جاذب نظر ہے (اسکی تفصیل کا مطالعہ آگے چل کر ھم کسی مناسب جگہ پر کریں گے) ۔ یہاں یہ بات بھی سمجھہ لینی چاہیے کہ عورت اور مرد کی تعداد تخلیق اللہ کی اپنی مرضی اور حکمت پر مبنی ہے ۔ جسے چاہتا ہے بیٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹی دیتا ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَآءُ إِنٰثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ الذُّكُورَ ○
أَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَ إِنٰثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًا ۚ (الشوری ٤٢: ٤٩-٥٠)

(اللہ زمیں اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے ۔ جو کچھہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ۔ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے ۔ جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملاجلا کر دیتا ہے ۔ اور جسے چاہتا ہے بانجھہ کردیتا ہے)

جہاں قرآن مردوں کو انکی اپنی کمائی پر تصرف کی مکمل آزادی دیتا ہے وہاں عورت کو بھی انکی اپنی کمائی پر تصرف کا مکمل حق دیتا ہے:

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ (النسآء ٤: ٣٢)
(اور جو کچھہ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق انکا حصہ ہے)

اسکے معنے یہ ہیں کہ عورت ملازمت کرسکتی ہے ، کھیتی باڑی کرسکتی ہے ، تجارت کرسکتی ہے اور کوئی بھی جائز طریقہ آمدنی اختیار کرسکتی ہے ۔ اور اس طرح جو کچھہ وہ کماتی ہے اس پر تصرف کا حق اسی کا ہے اور کوئی اسکو شوہر یا اسکے گھر کے اخراجات میں شریک ہونے پر مجبور نہیں کرسکتا ۔

عورت کا یہ بھی حق ہے کہ اگر اس پر مظالم ہورہے ہوں تو عورت اور مرد کی تفریق کئے بغیر اس کی مدد کی جائے:

وَمَالَكُمْ لاَ تُقَـٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَـٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَدُنكَ نَصِيرًا ○ (النسآء ٤: ٧٥)
(آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں ، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی اور مددگار پیداکردے)

**(ب) میراث میں حصہ:** ساری دنیا میں پہلی مرتبہ یہ قرآن تھا جس نے عورتوں کو بھی اسکے اپنے والدین اور اقرباء کی میراث میں شرکت کا حقدار بنایا ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الوَالِدَانِ وَالأَ قْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الوَالِدَانِ وَالأَ قْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○ (النسآء ٤: ٧)
(مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اورعورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ مقرر ہے)

قرآن نے میراث کی تقسیم کا بنیادی اصول یہ مقرر کیا ہے کہ عورت کے ایک حصے کے برابر مرد کو دو حصے ملیں گے ۔ اس طرح ایک عورت کا میراث میں نہ صرف حق قائم ہوا بلکہ اسکا حصہ ہی تقسیم کا معیار قرار پایا اوراس سے یہ بھی طے ہوا کہ صرف مرنے والے/والی کے ورثاء ہی میراث کے لازمی حقدار ہیں:

يُوصِيكُمُ اللهُ فِيٓ أَوْلاَدِكُمْ ۖ لِلذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ ۚ (النسآء ٤: ١١)
(تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ھدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے)

پہلی بات تو ہم کو یہ سمجھہ لینی چاہیے کہ ساری میراث اللہ ہی کی ملکیت ہے:

وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ ۚ (الحديد ٥٧: ١٠)
(زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے)

اور یہ معاشرے یا کمیونیٹی کی فلاح پر صرف ہونی چاہیے ۔ اسی کام کے لیے یہ کسی شخص کی ملکیت میں دی جاتی ہے ۔ اب اگر یہ شخص مرجائے یا نافہم ہو تو معاشرہ اسکے صحیح استعمال کا ذمہ دار ہے:

وَلاَ تُؤْتُواالسُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا (النسآء ٤: ٥)
(اور اپنے وہ مال جنھیں اللہ نے تمہارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو)

قرآن اگرچہ مرنے والے/والی کو ترکے کا کچھہ حصہ وصیت کرنے کا حق دیتا ہے لیکن باقی حصہ اصولی طور پر مرنے والے/والی کی ملکیت سے نکل کر معاشرے یا کمیونیٹی کی ملکیت بن جاتا ہے ۔ اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ معاشرہ اس ترکے کی تقسیم کس طرح کرے ؟ اللہ نے اس کے حل کے لیے دو اصول بتا دیے ہیں ۔ ایک یہ کہ عورت کو بھی مال کے ترکے میں حصہ دیا جائے اور دوسرے یہ کہ فلاح اور بہبود یعنی مال خرچ کرنےکے تعلق سے جو جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی اسکا حصہ زیادہ ہونا چاہیے:

ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لاَ تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللهِ ۗ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○ (النسآء ٤: ١١)
(تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے ۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کردیے ہیں ۔ اور اللہ یقینا" سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے)

اب یہاں چند باتیں سمجھہ لینا مناسب ہوگا ۔ پہلی بات یہ ہے کہ میراث کی یہ تقسیم اللہ نے فرض قرار دی ہے ۔ اب جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو بندگی کا یہ تقاضا ہے کہ اس پر بے چون وچرا عمل کیا جائے ۔
دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے اشارہ کردیا ہے کہ نفع کے لحاظ سے جو مرنے والے/والی کے جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی اسکا حصہ زیادہ ہے ۔ تیسری بات یہ ھے کہ اللہ علیم اور حکیم ہے ۔ وہ جانتا ہے کہ کون نفع کے لحاظ سے کس کے زیادہ قریب ہے اور یہ کہ اسکی بتائی ہوئی تقسیم (مختلف حصوں کے لیے دیکھیے سورۃ النسآء کی آیات ١١ تا ١٤ اور ١٧٦) حکمت سے خالی نہیں ہے ۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ھم اسکی ھر حکمت کو جان سکیں ۔ یہ سمجھنا بھی اھم ہے کہ اللہ نے میراث میں عورت کے حق کی حفاظت کے لیے اس تقسیم کو اسی سورۃ کی آیت نمبر ١٣میں اپنی حدود قرار دیا ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللهِ ۚ
(یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں)

اور اس طرح اللہ نے دنیا کی کسی بھی شخصیت یا طاقت یا قانون کو اس میں کسی بھی قسم کی کمی و بیشی کرنے سے مکمل طور پر روک دیا ہے ۔ کیا دنیا کے کسی دوسرے قانون کے تحت میراث میں عورت کے حق کو یہ تحفظ حاصل ہے؟

میراث کی تقسیم کے اس فارمولے کو اس الزام کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن عورت پرظلم کرتا اور اسکو مرد سے کمتر قرار دیتا ہے ۔ یہ بات نہ صرف یہ کہ سطحی ہے بلکہ معاشرے میں عورت اور مرد کی مال کے سلسلے میں مختلف ذمے داریوں سے لا علمی یا انکے ماننے سے انکار کا اظہار بھی ہے ۔ اور ھم یہ بھی دیکھیں گے کہ یہ صرف ایک اعتراض برآ ئے اعتراض ہے۔

ھم یہ جانتے ہیں کہ قرآن صرف مرد کو اسکا ذمہ دار قرار دیتا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ مال کمائے بلکہ اسکو اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ کرے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ (النسآء ٤:٣٤)
(مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کودوسرے کے مقابلے میں چن لیا ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں)

اسکے برعکس اگرچہ قرآن عورت کو مال کمانے کی اجازت دیتا ہے (جیسا کہ ھم پہلے دیکھہ چکے ہیں) مگر اس پر وہ کسی دوسرے پر مال خرچ کرنے کی ذمہ داری نہیں ڈالتا ۔ اس طرح کیا مرد نفع پہنچانے کے لحاظ سے عورت کے مقابلے میں اپنے صلبی خاندان کے زیادہ قریب نہیں ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ لڑکی شادی کے بعد اپنا خاندان (معاشرہ) چھوڑ کرایک دوسرے خاندان سے منسلک ہوجاتی ہے ۔ اس طرح جو مال بھی اسکے پاس ہوتا ہے وہ اسکے والدین کے خاندان سے منتقل ہوکر اسکے ازدواجی خاندان میں چلا جاتا ہے ۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر لڑکی مال اپنے خاندان سے باہر لے جاتی ہے تو کیا بہو مال لے کر نہیں آتی؟ ھاں یہ بات صحیح ہے ۔ مگر کیا بہو پر یہ ذمہ داری ڈالنا کہ وہ اپنے ان سسرالی رشتہ داروں پر اپنا مال خرچ کرے جنھوں نے اسکی پرورش ، تعلیم و تربیت پر کچھہ بھی خرچ نہیں کیا ایک صریح ظلم نہیں؟ چنانچہ لڑکی کا اپنے شوہر کے گھر منتقل ہونے کا نظام خود اس بات کا ثبوت ہے کہ لڑکی نفع پہنچانےکے لحاظ سے لڑکے کے مقابلے میں اپنے والدین سے دور ہوجاتی ہے ۔ اب اگر عورت اور مرد کو برابر حصے دیے جائیں تو عورت مال خاندان سے باہر لے جاکروالدین اور انکے ورثاء کو مالی طور پر کزورکردیتی ہے ۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پر غور کیجیے ۔ ایک شخص کا ایک خاندان ہے جس میں دو جوان لڑکے بھی ہیں ۔ والد کی نظر میں دونوں کی حیثیت بالکل برابر ہے ۔ وہ دونوں سفر کا پروگرام بناتے ہیں ۔ان میں سے ایک ایسے سفر پر جاتا ہے جہاں سے جلد واپسی کا امکان کم یا بالکل نہیں ہے جبکہ دوسرا جلد واپس آئیگا ۔ وہ دونوں کو انکے سفر کے اخراجات دیتا ہے اور ساتھہ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ گھر میں رہ جانے والوں کے لیے بھی کچھہ سامان منگوالے ۔ اب چونکہ دونوں بھائی سفر پر جارہے ہیں اور باپ کو رقم دونوں میں تقسیم کرنی ہے توکیا اسے دونوں بھائیوں کے درمیان رقم برابرتقسیم کرنی چاہیے کہ نہ صرف اپنی ضروریات پر خرچ کریں بلکہ گھروالوں کی ضروریات کی چیزیں بھی خریدیں؟ ایک عام فہم انسان بھی یہی کہے گا کہ اگرچہ دونوں بھائی ہیں اور دونوں کی ذاتی ضروریات ایک جیسی ہیں

پھر بھی دونوں بھائیوں کورقم برابر برابر نہیں ملنی چاہیے بلکہ جو واپس آئیگا اسے زائد رقم ملنی چاہیے تا کہ وہ گھروالوں کے لیے بھی سامان زیست کی خریداری کرسکے ۔
آج کی دنیا میں جس کسی نے بھی قرآن کے قوانین کو پس پشت ڈال کر معاشرے میں انسانی قوانین کو بزعم خود اچھا سمجھ کر نافذ کیا ہوا ہے اس نے عورت پر بھی مال کمانے کی ذمہ داری اسی طرح ڈالدی ہے جس طرح مرد پر ہے ۔ گویا عورت کو حمل ، زچگی اور بچے کو دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ مال کمانے کی ذمہ داری بھی ادا کرنی ہے جب کہ اسکو خدمت کا معاوضہ بھی مرد کے مقابلے میں کم دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اور اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اسکو مساوات مرد و زن کا نام دیا گیا ہے ۔ در حقیقت عورت پرمال کمانے کی ذمہ داری ڈالنا صریح ظلم ہے اور یہ ظلم ختم ہونا چاہیے ۔ اسکی اپنی ذمے داریوں کے باوجود اگر کوئی عورت بخوشی مال کمانے کا بوجھ بھی اپنے سر لیتی ہے تو یہ اسکا اپنا ایک اختیاری عمل ہے ۔ اوراس اختیاری بوجھ کی بنا پر وہ منافع کے لحاظ سے اپنے موروث سے قریب نہیں ہوجاتی پھر میراث میں اسکو مرد کے برابر حصہ کیوں ملے؟ فطرت نے تو اسپر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی: ع
جان من خود کردہ ای خود کردہ را تدبیرے نیست

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورت بھی اپنا کمایا ہوا مال اپنے خاندان پرخرچ کرتی ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ مگر وہ کس خاندان پر خرچ کرتی ہے؟ وہ تو صرف اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرتی ہے ۔ کیا وہ اپنے ماں و باپ، دادا و دادی اور بھائی و بہن پربھی اسی طرح خرچ کرتی ہے جس طرح اسکا بھائی انپر خرچ کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نہیں میں ہے ۔ پھر وہ اپنے والدین یا دادا و دادی کی میراث میں بھائی کے برابر حقدار کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج مغربی تہذیب تو لڑکوں پر بھی یہ ذمہ داری نہیں ڈالتی کہ وہ اپنے والدین یا دیگراعزاء پر کچھ خرچ کریں ۔ ہاں یہ صحیح ہے ۔ وہ والدین جنھوں نے خون و پسینہ ایک کرکے اپنا مال ، وقت ، توانائی، صلاحیتیں اور محبتیں اس بات پر نچھاورکردیں اور جوانی کو بڑھاپے میں بدل دیا کہ وہ اپنی کمزور اور بے کس اولاد کے جسم و جان ، روح و ذہن کی بہترین پرورش کریں تو کیا انکا یہ حق نہیں بنتا کہ اب جب کہ وہ خور کمزور اور بے کس ہوچکے ہیں توانکی توانا اولاد انپر بھی اپنا مال اور اپنی محبت نچھاور کرے؟ کیا بوڑھے والدین کو "ضعیف عمری" کے گھروں میں ڈالدینا انکی جوانی کی خدمت و محبت کا بدل ہے؟ یہ تو خود غرضی اور ناقدری کا بدترین مظاہرہ ہے ۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہی خود غرض اولاد اپنے زندہ یا مردہ والدین کے مال یا میراث پر چیل و کووں کی طرح اس طرح جھپٹتی ہے کہ سازشوں ، رنجشوں ، قطع تعلقی اور قتل تک کے واقعات انجام دینے سے نہیں تھکتی ۔ اور ایسے واقعات اب اتنے عام ہیں کہ انکی مثالیں دینے کی ضرورت نہیں رہی ۔
ان ساری باتوں کے باوجود چلیے اگر ہم یہ مان لیں کہ میراث میں عورت اور مرد کو برابر کے حصے ملنے چاہییں تو معترضین ہمیں بتائیں کہ برابری کی بنیاد پر انکے پاس وہ کونسا فارمولا ہے جو ہمیں پہلے تو یہ بتائے کہ میراث کے حقدار کون کون ہیں اور پھر انمیں تقسیم کس طرح کی جائے کہ زیادہ تر مال متوفی کے خاندان سے باہر نہ جائے اور ضرورت مندوں کی ضرورت کا خیال بھی رکھا جائے اس طرح کہ خاندان نہ کسی قتل و غارت گری کا شکار ہو اور نہ ہی کسی ٹوٹ اور پھوٹ کا ؟ در حقیقت دنیا کے پاس تقسیم میراث کے قرآنی فارمولے کے علاوہ ایسا کوئی اور فارمولا ہے ہی نہیں جو خاندان کو متحد اور محفوظ رکھے اور جس پر تمام تہذیبیں یا معاشرے متفق ہوں ۔
آج کی مغربی تہذیب نے توکیا مرد اور کیا عورت سارے ہی ورثاء کو محروم کرکے مرنے والے/والی کو کلیتا" یہ حق دید یا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی میراث کے استعمال یا تقسیم کی وصیت کرجائے ۔ ہوتا کیا ہے؟ اس تقسیم میں نہ ہی رشتے اور قرابت کا خیال رکھا جاتا ہے ، نہ ہی یہ تقسیم کسی قابل فہم فارمولے پر مبنی ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا خیال رکھا جاتا ہے ۔ اور یہ بات تو اب بہت عام ہے کہ ورثاء یعنی خاندان کو مکمل طور پر محروم کرکے پوری میراث کسی کتے یا بلی کے لیے وقف کردی جاتی ہے ۔ دوسری طرف وصیت نہ ہونے کی صورت میں ایسے ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں کہ بعض صورت حال کے تحت تو فطری حقدار بھی اپنے حق سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ مثلا" امریکا کی ایک ریاست میں ایک صاحب کی پہلی بیوی سے دو بچے ہیں ۔ انھوں نے دوسری شادی کی ۔ ایک کار میں میاں اوربیوی دونوں سفر کر رہے تھے ۔ کار وہ صاحب چلا رہے تھے ۔ بد قسمتی سے کسی ٹرک نے انکی کار کو ڈرائیور والی جانب ٹکر ماردی جس سے وہ اور انکی بیوی دونوں ہی مرگئے ۔ عدالت نے فیصلہ صادر کیا کہ چونکہ ٹکر ڈرائیور کی جانب لگی ہے اس لیے ڈرائیور پہلے مرا ۔ اب اسکا سارا اثاثہ بشمول مکان اور بنک اکاونٹ ریاستی قانون میراث کے تحت اسکی بیوی کو منتقل ہو گیا ۔ اور جب بیوی بھی مرگئی تو اسکا سارا

اثاثہ بشمول مردہ شوہر سے حاصل شدہ میراث سب اسکے والدین کو منتقل ہو گئے ۔ اور اس طرح ڈرائیور کے بچے اپنے باپ کی میراث سے مکمل طور پر محروم ہو گئے ۔ دیکھیے (وصیت کے فوائد ۔ میرعلی ۔ اسلامک ہورائزن ۔ انڈیاناپولس):

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے

(ج) فہم و تدبر: عورت بھی مردوں کی طرح عقل و فہم رکھتی ہے۔ قرآن نے اس بات کے اظہار کے لیے کئی مثالیں ہمارے سامنے رکھی ہیں ۔ مثلاً" فرعون نے جب حکم دیا کا بنی اسرائیل کے نومولود لڑکے قتل کردیے جائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ کی زندگی بچانے کے لیے انکو ہوشیاری کے ساتھہ ایک پٹارے میں ڈال کر دریا میں بہا دیا۔ قرآن نے اسکو اللہ کی طرف سے دی ہو ئی اس زکاوت کو اس طرح بیان کیا ہے:

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي اليَمِّ فَلْيُلْقِهِ اليَمُّ بِالسَّاحِلِ (طہ ۲۰: ۳۹)
(اس بچے کو صندوق میں رکھدے پھر صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا اسے ساحل پرپھینک دے گا)
( مزید دیکھیے القصص ۷)

اور ساتھہ ہی اس نے اپنی بیٹی کو ہدایت کی کہ وہ پٹارے کے ساتھہ ساتھہ جائے اورخفیہ طور پر اسپر نظر رکھے:

وَقَالَت لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لاَ يَشْعُرُونَ ○ (القصص ۲۸: ۱۱)
(اسنے بچے کی بہن سے کہا اسکے پیچھے پیچھے جا ۔ چنانچہ وہ الگ سے اسکو اس طرح دیکھتی رہی کہ دشمنوں کو اسکا پتا نہ چلا)

خود حضرت موسیٰ کی بہن نے جب دیکھا کہ موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پی رہے ہیں توھم دیکھتے ہیں کہ اس نےایک مدبر کی طرح بڑی کمال ہوشیاری کے ساتھہ موقعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آل فرعون سے اس طرح گفتگو کی:

فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰٓ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَ هُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ○ (القصص ۲۸: ۱۲)
(تو اس لڑکی نے ان سے کہا "میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جسکے لوگ اسکی پرورش کا ذمہ لیں اور خیرخواہی کے ساتھہ اسے رکھیں؟") (مزید دیکھیے طہ ۴۰)

ان ماں بیٹی کی مثال کے علاوہ قرآن ایک اور بھی مثال دیتا ہے ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی جب حضرت موسیٰ کو لیکر اپنے باپ کی خدمت میں آتی ہے تو ایک انتہائی تجربہ کار مردم شناس منتظم کی طرح گفتگو کرتی نظر آتی ہے ۔ وہ نہ صرف یہ جانتی ہے کہ کسی کام کے لیے کن صلاحیتوں والے شخص کی ضرورت ہے بلکہ وہ ان صلاحیتوں کو حضرت موسیٰ میں پرکھہ بھی لیتی ہے:

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَـٰٓأَبَتِ اسْتَئْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَئْجَرْتَ القَوِيُّ الأَمِينُ ○ (القصص ۲۸:۲۶)
(ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا "ابا جان ، اس شخص کو نوکر رکھہ لیجیے ، بہترین آدمی جسے آپ نوکر رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو")

اسی طرح سبا کی ملکہ بلقیس کے قصے میں قرآن عورت کو ایک باصلاحیت مدبر حکمراں کی صورت میں پیش کرتا ہے ۔ یہ وہ حکمراں تھی جو امور سلطنت مشورے سے انجام دیتی تھی:

قَالَتْ يَـٰٓأَيُّهَا المَلَؤُا أَفْتُونِى فِيٓ أَمْرِى مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ○ (النمل ۲۷: ۳۲)
(ملکہ نے کہا "اے سرداران قوم ، میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو ، میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی ہوں")

یہ وہ حکمراں تھی جو عدل ، انصاف اور لوگوں کی عزت و وقار کا فہم رکھتی تھی اور جانتی تھی کہ مرد حکمراں مفتوح قوموں کے ساتھہ کیسے ناروا سلوک کرتے ہیں:

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوٓا أَعِزَّةَ أَهْلِهَآ أَذِلَّةً ۖ (النمل ۲۷: ۳۴)
(ملکہ نے کہا کہ "بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اسکے عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں")

اور وہ اتنی سمجھدار تھی کہ نہ صرف یہ کہ اپنا تخت حضرت سلیمان کے دربار میں دیکھتے ہی پہچان گئی بلکہ اس سے قبل ہی انکو اللہ کا نبی سمجھہ چکی تھی اور مسلمان ہوچکی تھی:

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَ أُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِينَ ○ (النمل ۲۷: ۴۲)
(ملکہ جب حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی " یہ تو گویا وہی ہے ۔ ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم مسلم ہو چکے تھے")

**(د) بشری کمزوریاں:** ان خوبیوں کے ساتھہ قرآن انکی بشری کمزوریوں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے ۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ عورت بھی انسان ہے اور مردوں کی طرح اس سے بھی گناہ اور غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ لیکن بائیبل کے اس دعوے کے برعکس کہ یہ عورت تھی جس نے پہلا گناہ کیا اور مرد کو بھی اسی نے گناہ پر اکسایا قرآن یہ کہتا ہے کہ وہ آدم ہی تھے نہ کہ حوا جو شیطان کے فریب میں آگئے:

وَ عَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ○ (طہ ۲۰: ۱۲۱)
(آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا)

قرآن نے عورت کی جن چند کمزوریوں کی نشان دھی کی ہی وہ یہ ہیں:عورت بھی دعوت گناہ دیتی ہے اورجب پکڑی جاتی ہے تو مکر کرتی ہے ۔ عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دیتی ہے ۔ حضرت یوسف دروازے کی طرف بھاگتے ہیں، وہ انکا پیچھا کرتی ہے اور اسی کشمکش میں انکی قمیص پیچھے سے پھاڑ دیتی ہے ۔ جب دروازے پر اسکا شوہر مل جاتا ہے تو وہ فورا" حضرت یوسف پر الزام تھوپ دیتی ہے:

وَاسْتَبَقَاالْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهُ مِن دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَاالْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلاَّ أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ○ ( یوسف ۱۲: ۲۵)
(آخرکار وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف بھاگے اور اسنے پیچھے سے انکا قمیص پھاڑ دیا اور دروازے پر ان دونوں نے اسکے شوہر کو موجود پایا ۔ اسے دیکھتے ہی عورت کہنے لگی "کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھروالی پر نیت خراب کرے؟ اسکے سوا اور کیا سزا ہوسکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے سخت عذاب دیا جائے؟")

ایک اور کمزوری یہ ہے کہ عورتیں آپس میں چہ می گوئیاں کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے حسد کا اظہار کرتی ہیں:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِى الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهِ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۚ
إِنَّا لَنَرَاهَا فِى ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ○ (یوسف ۱۲: ۳۰)
(شہر کی عورتیں آپس میں چوچا کرنے لگیں کہ "عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے ۔ محبت نے اسے بے قابو کررکھا ہے ۔ ھمارے نزدیک تو وہ صریحا" غلطی کررہی ہے)

عورتوں کی چند اوربشری کمزوریاں (جو مردوں میں بھی ہیں) جنکی قرآن نے نشان دہی کی ہے وہ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا ، نام دھرنا اورغیبت کرنا وغیرہ ہیں (دیکھیے الحجرات ۴۹: ۱۱) (جاری)